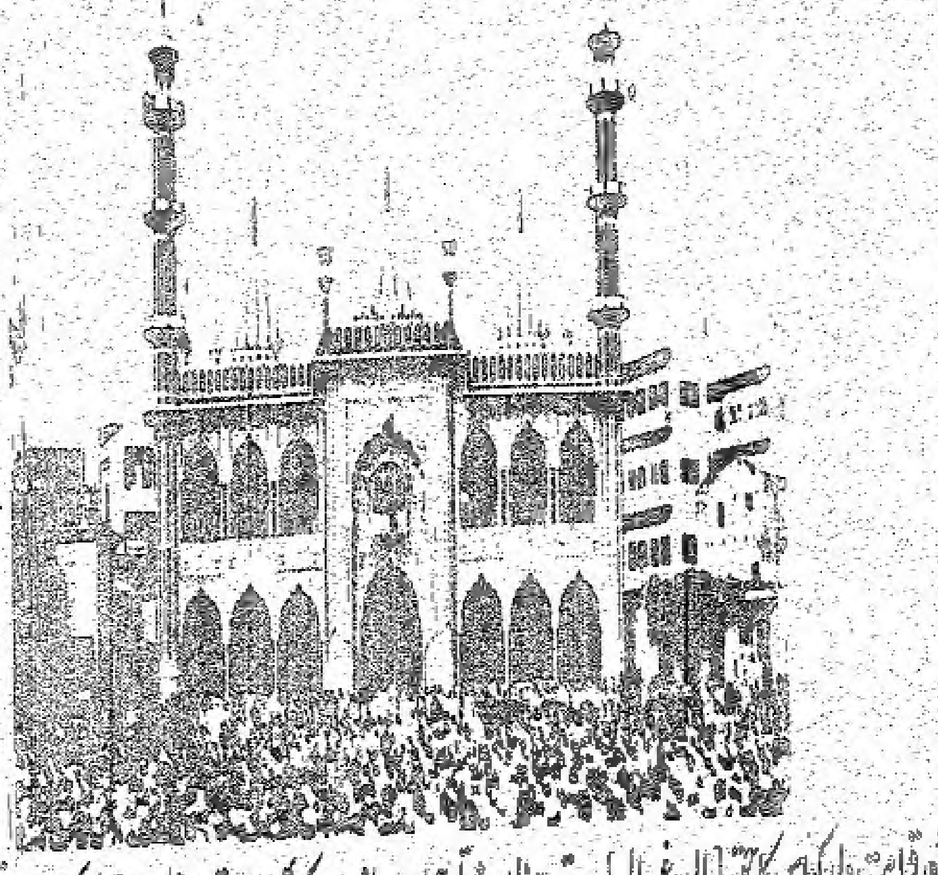
مولانا کجھی باس کی گفتگو ۔ گفتاں میں آیا ہے کا نقطہ ۔

THE MESSENGER

پیغامبر

۱ اپریل



"اور قرابت دار کو اس کا حق [مالی و غیر مالی] دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور [مال کو] بے موقع مت اڑانا"

بنی اسرائیل ۲۶

پیپلز پارٹی جماعت اسلامی کو قبول کرنے کیلئے تیار ہے؟

کالم

دو مختلف انداز کی جمہوری والی سیاسی جماعتیں ایک جیسے حالات سے دوچار ہو سکتی ہیں۔

ہمیں کل کے دشمن آج کے دوست ہی سمجھتے ہیں۔ مگر یوں لگتا ہے جماعت جو ایم آر ڈی کی طرف جھک رہی ہے اسے اس کی کمزوری خیال کرتے ہوئے ایک بڑا عنصر اس کی مخالفت میں زیادہ تند ہو تا جا رہا ہے۔ وہ جماعت کو حکومت کی ٹیم اور جس کی حلیف ہونے کے ناطے اسلامی سے محاذ کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ البتہ ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو جماعت کو مشروط طور پر پذیرائی بخشنے پر تیار ہے اس کا مطالبہ ہے کہ پہلے جماعت اسلامی ایم آر ڈی کے متعلق اپنے سابقہ رویے پر معافی مانگے۔ یا کم از کم اپنے سابقہ موقف کو باطل قرار دے تب اس کے لئے ایم آر ڈی میں شمولیت کے دروازے کھل سکتے ہیں۔

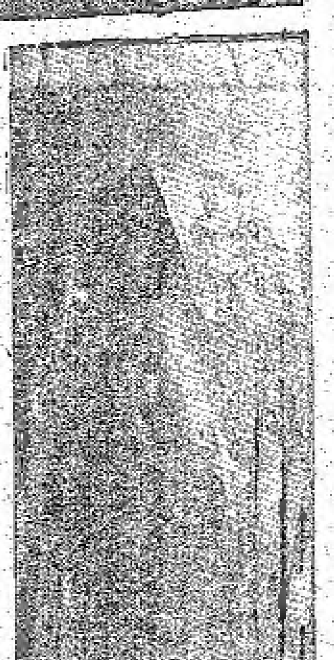
سیاسی اکھاڑے کے دو حریف اندرونی طور پر ایک گرما گرم سیاسی مباحثے میں الجھ گئی ہیں۔ یعنی پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی۔ جہاں تک پیپلز پارٹی کا تعلق ہے اس کی اندرونی شکست و ریخت کے نتیجے میں کیا صورت سامنے آئی ہے، اس کے لئے ہمیں انتظار ...

طلبا پر پابندیوں
کے بعد جماعت اسلامی
بہت سے امتحان سے دوچار ہے

... کے اسیر منظم جو سیاست کے نظری پہلوؤں ...

... مظاہر جماعت اسلامی کی ایم آر ڈی میں شمولیت کو دو طرح سے دیکھتے ہیں۔ ایک زاویہ یہ کہ جماعت کو اس حلقے میں شامل ہونے دیا جائے۔ اس طرح عوام میں اس کی کمزوری مسلم ہو جائے گی۔ اور جب جماعت اسلامی اسٹیج سے محروم ہو جائے تو پھر اسے جھٹک کر الگ کر دیا جائے۔ دوسرا زاویہ یہ کہ جماعت کو قطعی منہ نہ لگایا جائے۔ اسے مکافات عمل کا سامنا کرنے دیا جائے تاکہ مستقبل میں دوسری جماعتیں بھی حکومت کی حاشیہ نشینی کا سبق حاصل کر سکیں۔ پی پی پی کا ایک اہم گروہ اعتدال پسند شہری ... اس طبقہ کا متوسط شہری طبقہ ...

84-85



مشرقی لباس شرم و حیا
کا لبادہ اور مغربی
لباس بے حیائی
کی تصویر ہے

ماہنامہ آواز جس کے پبلشر ظہیر ہے مشہور جرنلسٹ ہیں، نے یکم اپریل سے ماہنامہ آواز کو پندرہ روزہ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب آواز ہر ماہ کی ۷ اور ۲۱ کو شائع ہوتا ہے۔ ادارہ پیغامبر آواز کے پبلشر جناب ظہیر ہیروی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

ابنِ آدم کے قلم سے

اے شیخ چلو اور کوئی بات سناؤ!!
یوں زلفِ طرحدار سے الجھا نہیں کرتے
(ڈاکٹر نور احمد شیخ)

ایک میں ہی چپ نہ تھا اے شیخ تیری بزم میں
تا نکتہ ہی صورتِ نقشِ بتاں کل رات کو
(ڈاکٹر نور احمد شیخ)

ایک مسافر — نحیف سا —
اور...... اور خاموش — سٹی ہال کے سامنے — کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

ایک راہگیر نے پوچھا — "اے اشرف یعنی کہ اے اشرف المخلوقات، تو اداس کیوں ہے — تو سوچ کی کس الجھن میں گرفتار ہے، تجھ پر کون سی آفت آ پڑی ہے، مدعا بیان کر، شاید میں تمہاری مدد کر سکوں" — مسافر نے سر اٹھایا....

اور نحیف آواز میں پوچھا تم کون ہو؟ راہگیر نے مسکراتے ہوئے کہا "بندہ پرور تم مجھے اپنا لیڈر سمجھ لو، میں ہر فن مولا ہوں۔ میرا بہت بڑا بزنس ہے، قومی ادیب ہوں، نامی شاعر ہوں۔ ادب میری لونڈی ہے، قانون میرا غلام دھوکہ میری عقل ہے، فریب میرا دماغ خودنمائی میرے دل کی دھڑکن ہے، شہرت میرا ایمان — مسلمان ہوں اس لئے دنیا کے ہر خطہ کو اپنا وطن تصور کرتا ہوں۔ سیاست میری تحلّی ہے مذہب میرا ڈنڈا ہے — مفکر ہوں، شاعر ہوں، ادیب ہوں — مدیر اور ایڈیٹر کی بھی مجھے خوب پہچان ہے — جب شرافت پر اترتا ہوں تو مذہب لوگوں کا امام بن جاتا ہوں اور جب شرارت پر آتا ہوں تو شیطان شاگرد بن جاتا ہے — میں ٹھیکیدار بھی ہوں — سٹی ہال کی سیڑھیوں کی مرمت کا ٹھیکہ نہیں لیا بلکہ میں ادب کا ٹھیکیدار ہوں، سیاست کا ٹھیکیدار ہوں۔ چاندنی چوک سے انڈیا بازار تک سب مجھے جانتے ہیں — اور سب سے بڑی بات کہ میں مسلمان ہوں — اے مسافر تو اپنی رضا بتا میں ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہوں" —

مسافر یہ الف لیلوی داستان سن کر جواب دینے ہی والا تھا کہ نزدیک ہی کسی کتے نے راہگیر پر بھونکنا شروع کر دیا — راہگیر — راہگیر — راہگیر خوف سے بھاگنے لگا، لیکن......

......لیکن ایک آواز — اس کا تعاقب کر رہی تھی —

— کتنا کمزور ہے یہ انسان —

— ایک حقیر جانور کی آواز سے ڈر گیا —

بزدل انسان — پہلے اپنے ضمیر کو ٹٹول پر دیکھ اس جہاں میں تو کس مقام پر ہے اور اُس جہاں میں تو کس مقام پر ہوگا۔

— تو کیا کسی کی مدد کریگا —
تو تو خود اپنی مدد آپ کا محتاج ہے —

بحث برائے بحث نہیں تھی بلکہ ہم انہیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ "ہم حلال گوشت سے کھانا تیار کرتے ہیں" وہ سچ کہتے ہیں۔ بات آگے بڑھ کر زید و بکر پر رک گئی۔ ہمارے مہمان بضد تھے کہ وہ زید و بکر کے ریسٹورینٹ میں کھانا کھانے نہیں جائیں گے۔ کیا ثبوت ہے کہ وہ حلال گوشت سے کھانا تیار کرتے ہیں؟ ہم نے کہا بھائی! وہ مسلمان ہیں۔ اور وہ رسید بھی دکھلا سکتے ہیں کہ گوشت انہوں نے احمد گراسو یا نورانی فوڈ یا ہاؤس آف حلال میٹ سے خریدا ہے۔ لیکن

جو تمہارے عیبوں سے تمہیں آگاہ کرے وہ تمہارا دوست ہے
(حضرت عمرؓ)

ہمارے مہمان کا کہنا تھا کہ رسید کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دوسرے صرف مسلمان ہونا بھی کافی نہیں ہاں اگر کوئی مومن یہ کہہ دے کہ استعمال ہونے والا گوشت حلال ہے تو ہم یقین کرلیں گے لیکن ہمیں زید و بکر کی بات پر بھروسہ نہیں — ہم نے کہا بھائی، زید و بکر بڑے شریف ہیں۔ عرصہ سے اس بزنس میں ہیں، ملنسار ہیں، خوش اخلاق ہیں، پاکستانی ہیں، مسلمان ہیں۔ ہمیں ان کے کہے پر یقین کرلینا چاہئے۔ لیکن الٹا ہم سے آپے ہوگئے ہمارے مہمان یقین کرنے پر تیار نہ ہوئے، آخر ہم نے سوچا کہ چل کر SEA FOOD کھایا جائے۔ اس میں بھی بہ احتیاط کہ مچھلی سبزی کے تیل میں تلی ہوئی ہونی چاہئے — گھومتے گھومتے ہم ہوٹل...... ایک بڑے ہوٹل میں چلے گئے پرلطف مسلمانی کھانوں سے لطف اٹھایا اور اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب سر اٹھایا تو سامنے کی ٹیبل پر زید و بکر کو پاکر حیرت زدہ رہ گیا۔ دونوں شراب پینے میں مشغول تھے ......

...... میرے مہمان تو الرٹا چلے گئے لیکن میں اب تک اس بات کو یاد کرتا ہوں۔ بیشک ایک شرابی کی بات کا کیا اعتبار — میرے باہر کھانے کا خیال ہی چھوڑ دو —

ختم ہوگا نہ کبھی رینگتے سالوں کا سفر
زندگی میں کوئی ہنگامہ بپا رہنے دو
(نور احمد شیخ)

نشیب و فراز کا خوبصورت شہر ہیملٹن، جس کی گود میں جھیلیں اور ہیں، بے شمار رنگ برنگے پھول کھلے۔ پھولوں کی خوشبو ایسی پھیلی کہ شکاگو، نیویارک اور واشنگٹن کے علاوہ کینیڈا کے تقریباً ہر صوبہ میں لوگ ہیملٹن کو جاننے اور پہچاننے لگے۔ کبھی ہیملٹن ہمارے سامنے "ٹونی براؤن" بن کر آیا اور کبھی حاجی بابا، "دلِ بیتاب" کو سکون کیسے آتا، جنگ چھڑ گئی۔ امن کا سفیر صلح کرانے آیا تو یہ دیکھ کر متعجب ہوا کہ ہیملٹن کی وادیوں میں صرف بابا ہی چاک گریباں نظر آیا، حاجی تو نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ ٹونی براؤن نے ہجرت کرلی اور دلِ بیتاب "آواز" بن کر پھر سامنے آنا چاہتا ہے — لیکن ہیملٹن والے بہت باہمت، بے باک، پُرخلوص اور مہمان نواز ہیں۔ ٹورانٹو میں سب سے پُر رونق چراغ گلی ہی ہیملٹن کی مرہونِ منت ہے —

— اسی ہیملٹن کی ایک انجمن جسے "پاکستان کینیڈا ایسوسی ایشن" کے نام سے لوگ جانتے ہیں، نے ایک خبرنامہ کا اجراء کیا ہے۔ بیس صفحات کے اس خبرنامہ کی ترتیب صولت قریشی (مدیر) نے دی ہے جبکہ نمائندہ خصوصی کے فرائض عبدالمالک قریشی نے انجام دیا — اس خبرنامہ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہیملٹن میں ٹورانٹو کے مقابلے میں لکھنے والے بہت کم ہیں لیکن اچھا لکھنے والے بہت زیادہ — راشدہ ملک کی تحریر "ماں کی یاد میں" یا عبدالمالک قریشی کا افسانہ "دلِ ناداں" پڑھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انہیں لکھنے کا شعور ہے۔ ان کے لکھنے کا کوئی مقصد ہے اور یہ لکھنا چاہتے ہیں۔

— مدیر نے اپنے کالم کو سنجیدگی کے لحاظ سے سب سے ناپسندیدہ، صفحہ نمبر ۱۳ پر جگہ دی ہے۔ اداریہ، مدیر کے ذہن کا عکس کہلاتا ہے لیکن صولت قریشی نے اپنے ذہنی عکس کو یہ کہہ کر پس پشت ڈال دیا کہ "بیگم بیگم! ...... چادر پر ذرا کمبل تو ڈال دیجیا"

— بہرحال پاکستان کینیڈا ایسوسی ایشن اس کاوش پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ خدا کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔

ہم "اس خبرنامہ" کے نمائندہ خصوصی جناب عبدالمالک قریشی کی ایک پرانی تحریر "دلِ بیتاب" کو "آواز" میں دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔

حوصلہ افزائی

ایک عورت نے ابراہیم لنکن کو درخواست دی کہ اس کے دو نوجوان بیٹوں کو کام پر لگا دیا جائے۔

لنکن نے جواب میں منتظم کو لکھا: "اس عورت کی حامل تحریر کہتی ہے کہ ان کے دو بیٹوں کو کام چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو انہیں کام پر لگا دو۔ کیونکہ کام چاہنا ان دنوں اتنا کمیاب ہے کہ میرے خیال میں اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔"

خیالِ مرگ

ابنِ قلیات کا ایک صحرا تھا۔ ایک بار اس کی ملاقات منصب سے ہوئی۔ باتوں باتوں میں منصب رونے لگا۔ ابنِ قلیات نے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا:

"میں کیسے کے اس پودے کے مانند ہوں کہ جب اس کا پہلا شگوفہ نمایاں ہوتا ہے، تو اسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس طرح تم بھی جو کچھ میرے چیلے میرا مال سب بڑے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں اب اپنی موت کے خیال سے ڈر رہا ہوں۔"

مشورہ

جلال الدین ملک شاہ سلجوقی نے عمر خیام کو پیغام بھیجا: "میرے پاؤں میں درد اٹھتا ہے اور سلطنت کے کام رکے ہوئے ہیں۔ اس لئے کوئی اچھا سا طبیب بھیجئے۔"

خیام نے جواب میں لکھا: "ظل الٰہی، امورِ سلطنت کے لئے سر استعمال کیجئے۔"

خدا کا خوف

ایک شخص نے ایک دوسرے آدمی سے پوچھا: "تم سب سے زیادہ کس سے ڈرتے ہو؟"

"خدا سے" دوسرے نے جواب دیا۔

"کیا تم غیر شادی شدہ ہو؟" پہلے نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"پھر تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"جناب میں بالکل سچ بول رہا ہوں کیونکہ میری بیوی مرچکی ہے۔" دوسرے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

لاعلاج

سائنسدان کاؤنٹ استراؤن پاگل ہو گیا تو ڈاکٹروں نے دیگر ادویہ کے علاوہ اس کے لئے شطرنج کھیلنے کا علاج بھی تجویز کیا۔ چنانچہ شطرنج کھیلنے کے لئے ایک تجربہ کار نوجوان کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہ نوجوان پانچ سال تک کاؤنٹ کے ساتھ شطرنج کھیلتا رہا۔ اس سے کاؤنٹ کو واقعی افاقہ ہوا اور چھ سال کے عرصہ میں وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ لیکن اسی اثنا میں وہ نوجوان اتنا پاگل ہو چکا تھا کہ ڈاکٹروں کو اسے لاعلاج قرار دینا پڑا۔

بھارت نے اپنا پہلا انسان چاند پر پہنچا دیا —
(ایک خبر)

— اور ہزاروں لوگوں کو زمین کے اندر پہنچا رہے ہو، اس کی خبر کیوں نہیں دیتے ......

پیغامبر
The Messenger
FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں ہیں

بھارت کی جنگی تیاریاں

بھارت کے حکمران حلقے پاکستان پر جنگی تیاریوں کا الزام دھرنے کے ساتھ ساتھ اب اس افترا پردازی پر بھی اتر آئے ہیں کہ پاکستانی فوج نے حال ہی میں بھارتی فوجیوں پر فائرنگ کی ہے جس کے جواب میں پاکستان کے دفتر خارجہ نے وضاحت کی ہے کہ کوٹلی سیکٹر میں بھارتی فوجی سارا دن مشین گنوں سے فائرنگ کرتے رہے لیکن پاکستان کی طرف سے اس کا جواب تک نہیں دیا گیا ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ یہ واقعہ اقوام متحدہ کے ایک فوجی مبصر کی موجودگی میں پیش آیا اور بھارت کی جانب سے ۹۰ء کے آغاز سے اب تک اس نوع کی گیارہ خلاف ورزیاں کی گئی ہیں۔

اس صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھارتی حکمرانوں کے عزائم نیک نہیں اور وہ پاکستان کی سرحد پر حالات کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں خود بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر اٹل بہاری باجپائی نے اپنی پارٹی کی قومی کونسل میں تقریر کرتے ہوئے یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ مسز اندرا گاندھی انتخابی و سیاسی مقاصد کے لئے جس شدت سے جنگی جنون کو تیز کر رہی ہیں اس کے پیش نظر پاکستان پر بھارتی حملے کا خطرہ موجود ہے اس ضمن میں امریکی ذرائع کی یہ اطلاع بھی معنی خیز ہے کہ بھارت اپنی ساڑھے چھ لاکھ فوج پاکستان کی سرحدوں پر لے آیا ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ بھارت کسی جارحیت کا ارتکاب نہیں کرے گا تو بھی یہ یقینی امر ہے کہ بھارتی قیادت انتخابی اور سیاسی مقاصد کے لئے پاک بھارت سرحد پر کشیدگی کی فضا برقرار رکھنا چاہتی ہے۔

ان حالات میں پاکستان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ عزم و احتیاط کے ساتھ ساتھ صورت حال پر کڑی نظر رکھے بھارت کی ان تمام تر اشتعال انگیزیوں کے باوجود پاکستان نے بھارتی قیادت کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ سرحدوں پر بقائے امن دونوں ملکوں کی ناگزیر ضرورت ہے اور اس پورے خطے کے امن و استحکام کے لئے یہ ضروری ہے کہ پاکستان اور بھارت عدم جارحیت اور دوستی کے معاہدوں پر مذاکرات جاری رکھیں بھارتی قیادت کو بھی محض سیاسی و انتخابی مقاصد کے لئے بے جا اشتعال انگیزیوں سے کام نہیں لینا چاہیئے اور سرحدوں پر حالات کو معمول پر لانے کے ساتھ مذاکرات کے عمل کو بھی جاری رکھنا چاہیئے۔

یہ خطہ جس میں پاکستان اور بھارت واقع ہیں پہلے ہی بہت سے خطرات کی زد میں ہے انسٹی ٹیوٹ آف سٹریٹجک سٹڈیز کے ڈائرکٹر بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) نور حسین نے روٹری کلب میں تقریر کرتے ہوئے بجا طور پر یاد دلایا ہے کہ اس وقت پورا مغربی ایشیا شعلوں کی لپیٹ میں ہے ایک جانب خلیج کی جنگ نے علاقے کے امن کو خطرے میں ڈالا ہوا ہے دوسری جانب افغانستان میں جو نئی سیاسی و جغرافیائی تبدیلی واقع ہوئی ہے اس نے پورے برصغیر کے لئے خطرات لاحق کر دیئے ہیں اوپر سے بھارت بھی جنگ کی بار بار دھمکیاں دے رہا ہے، یہ تمام عوامل پاکستان کو متاثر کر رہے ہیں، اور آئندہ بھی ان کا اثر پڑتا رہے گا۔

ان حالات میں یہ امر خوش آئند ہے کہ پاکستان ایک اچھی حکمت عملی وضع کر چکا ہے اور مشرقی و مغربی دونوں سرحدوں پر جارحیت کا مناسب جواب دے سکتا ہے یہ پاکستان کی دفاعی اہمیت ہی کا کرشمہ ہے کہ کوئی طاقت اس پر حملہ آور نہیں ہوئی۔ دوسرے پاکستان کی یہ ہر ممکن کوشش ہے کہ بھارت اور روس دونوں کے ساتھ تعلقات میں بگاڑ پیدا نہ کیا جائے بھارت کو اس نے عدم جارحیت کے معاہدے کی پیشکش کر رکھی ہے اور اگر بھارت بھی مثبت رد عمل کا اظہار کرے تو برصغیر میں امن کو یقینی اور دیرپا بنایا جا سکتا ہے۔

جہاں تک روس کا تعلق ہے تو پاکستان کا اس سے کوئی دو طرفہ تنازعہ نہیں۔ اقتصادی شعبے میں پاک روس تعلقات میں وسعت اور گہرائی پیدا ہو رہی ہے البتہ افغانستان کے مسئلے پر پاکستان کی یہ دلی خواہش ہے کہ اس کی خود مختاری اور غیر جانبداری بحال ہو جائے اس لئے وہ افغان مسئلے کے سیاسی حل کے لئے کوشاں ہے اگر دیکھا جائے تو اس میں روس کا بھی فائدہ ہے اس نے اپنے آپ کو ایک ایسی جنگ میں الجھا لیا ہے جس میں اس کے لئے مکمل طور پر فتحیاب ہونا ممکن نہیں اور اللہ اس کے عالمی وقار کو گزند پہنچی ہے اگر روس بھی افغان مسئلے کے پُر امن سیاسی حل کو قبول کر لے تو اس کا وقار بھی بحال ہو جائے گا اور اسے ایک لاحاصل جنگ سے نجات بھی مل جائے گی۔

سچی باتیں

(از مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم)

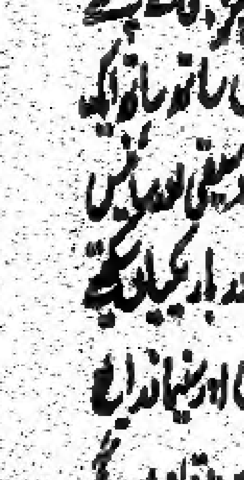
حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری کا نام آپ نے سنا ہو گا حضرت ذوالنون مصری کے خلیفہ، فن تصوف کے امام اور تیسری صدی ہجری کے وسط میں صوفیہ کرام کے ایک ممتاز سردار تھے، ان کی آپ بیتی کا ایک ورق خود انہیں کی زبان سے امام غزالی نے احیاء العلوم اور شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے۔

ذرا سنئے: میں تین برس کے سن کا بچہ تھا کہ میرے ماموں نے مجھے اللہ کا ذکر سکھایا، جو میں سوتے وقت لیٹے لیٹے کیا کرتا تھا اور اس میں حلاوت محسوس ہونے لگی مکتب میں بیٹھ کر سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا، بارہ برس تک صرف جو کی روٹی کھائی۔ تیرہ برس کے سن میں ایک مسئلہ حل کرنا چاہا، علمائے بصرہ میں سے کوئی حل نہ کر سکا، مقام عبادان میں ایک بزرگ ابو حبیب نے حل کیا، مدت تک ان کی خدمت میں حاضر رہا، ان کی خدمت کی اور ان سے استفادہ کیا، پھر تستر چلا آیا اور اپنی غذا یوں مقرر کی کہ ایک درم کے جو خرید کے انہیں پسوا کر رکھ لیتا اور سحری کے وقت اسی کی دو کھی روٹی بغیر کسی اور شے، بغیر نمک کے چھٹانک بھر کی مقدار میں کھا لیتا اور اس طرح ایک درم سال بھر کے خرچ کے لئے کافی ہو جاتا۔ پھر تین تین دن کے متصل روزے رکھنے شروع کئے ..... پھر پانچ دن اور سات دن ہوتے ہوتے انہیں متصل پچیس دن کے روزے تک لے آیا اور بیس سال اسی طرح گزار دیئے ہیں!

آپ نے دیکھا، سہیل کو یہ بزرگی کیونکر حاصل ہوئی! لکچرر نہ تھے، فصیح و بلیغ تقریریں کرنے والے نہ تھے، بحث و مناظرہ کے، انشاپرداز نہ تھے، کہیں کے سجادہ نشین اور کسی درگاہ کے متولی بھی نہ تھے، ان کا تصوف اسلام کا تصوف تھا، ایمان و عرفان کا تصوف تھا، زہد و تقویٰ کا تصوف تھا، عبادت و ریاضت کا تصوف تھا، چادر، سازندہ گاگر، "طنبورہ" اور "صندل" کا تصوف نہ تھا،

محض وہ تھے اور زندگی کی سادگی، دولت و امارت سے بے نیازی، جاہ و دنیا سے بے طمعی، فقر و فاقہ سے ذوق اور ایثار و قناعت کا شوق، آپ کہتے ہیں کہ آج اس پایہ کے بزرگ کیوں نہیں دکھائی دیتے؟ لیکن ارشاد ہو کہ اس نفس کشی کے خوگر، اس فاقہ کشی کے عادی، اپنے نفس کو ان مشقتوں اور ریاضتوں میں ڈالنے والے، آج کتنے دکھائی دیتے ہیں؟ آپ کے یہاں تو اعلیٰ تعلیم کا معیار یہ قرار دے رکھا ہے کہ مصارف تعلیم کو زیادہ سے زیادہ گراں کر دیا جائے۔ بچہ کو شروع ہی سے مسرفانہ زندگی کا عادی بنا دیا جائے، اس کے لباس و غذا "فیشن" اور کتابوں پر جتنی بھی دولت صرف ہو بالکل جائز اور ساری توجہ و قوت اس کے حواس ظاہری اور قوائے مادی کی تربیت و بیداری پر صرف کر دی جائے۔

ذکر الٰہی آپ کے نزدیک باعث مضحکہ، یاد آخرت آپ کے خیال میں دقیانوسی جہالت، یونیورسٹیوں کی سربفلک عمارتیں ہوں، اور ہر طرف سامان زیب و زینت، اسکولوں کے عظیم الشان ہال ہوں اور بیش قیمت فرنیچر، بجلی کے پنکھے ہوں اور کوچ پر مخمل گدے، جوان عمر لڑکے اور جوان عمر لڑکیاں ساتھ ساتھ ایک ہی استاد سے آرٹ کے شعبہ میں ڈرامہ و ناٹک، شاعری اور موسیقی اور سائنس کے شعبہ میں علم افعال الاعضاء و تشریح جسم انسانی کے نکتے اور باریکیاں سیکھیے وہیں خوش فضا چمن ہوں اور لذیذ سے لذیذ غذائیں، آرٹ گیلری اور سینما ذرائع تعلیم ہوں اور معصوری اور ایکٹری موجب فخر اس فضا میں اور اس مقام میں اگر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ آپ اپنے گرد و پیش جنید و شبلی، جیلانی و سہروردی و غزالی کو تلاش کر لیں۔



شیطان و نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں بیہودہ اور دل دکھانے والی بات کہہ دیتے ہیں کوئی برا یا بدزبانی نہیں ہے اگر دل کا بھید چھپا کر دل کی حالت ایسی ہے کہ اگھوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیجیے یا سادہ ہے تو آپ اس پر ہر کر بچ لیتا ہے!

کرنیں

شہناز اختر

٭ زندگی کیا ہے؟
جذبات میں ڈوبی ہوئی سسکاری
مذہب کے گرد دہکتا ہوا سورج
ڈوبتے دل کی پکار
سمندر میں آوارہ کشتی
عشق کی آخری ہچکی
ڈوبتے سورج کی سرخی
٭ اندھیرے میں بیٹھی بد نصیب طوائف
بیوہ کی اجڑی سہاگ
راکھ میں دبی ہوئی خطرناک چنگاری
ساحل سمندر پر کھڑی شوخ حسینہ
جنت اور دوزخ کے درمیان ریت کی دیوار
نوبیاہتا دلہن کے رخساروں کی سرخی
سہاگن کی چوڑیوں کی مدہوش کھنک
خلوص، محبت اور الفت کا مجموعہ۔

شمیم میر بلوری

٭ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے
٭ علم دولت سے بہتر ہے۔ علم تمہاری پاسبانی کرتا ہے۔ اور دولت کی پاسبانی تمہیں کرنا پڑتی ہے۔
٭ علم کے بغیر عبادت فضول اور عقل کے بغیر عبادت دردسر۔
٭ صرف رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کرو۔

گلنار

عظیم انسان وہ ہے جو بظاہر سمندر کی طرح پُر سکون رہتا ہے مگر اس کی گہرائی میں ہزاروں تمنائیں دم توڑ دیتی ہیں۔ خواہشات کرچیاں بن کر اس کے وجود کو زخمی کر دیتی ہیں مگر اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ کا ایسا خول چڑھا ہوتا ہے کہ سارا زمانہ دھوکہ فریب کھا جاتا ہے۔

فرح ناز

فضا اجلی اجلی ہوا خوشگوار ہے باغوں میں پھولوں نے رنگ برنگ کا روپ دھار لیا ہے۔ درختوں پر مدہوشی چھائی ہوئی ہے۔ ہر چیز خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو ہر طرف بہار ہے ایسے موسم میں میرا دل بے حد اداس ہے۔ دل میں ایک طوفان برپا ہے۔ شاید اس لئے کہ میں ایک حساس، نرم دل پُر خلوص اور پھولوں سے پیار کرنے والی اور رشتوں پر مر مٹنے والی جان قربان کرنے والی اور دوسروں کی معمولی سی تکلیف پر تڑپ جانے والی لڑکی ہوں۔ لیکن آج میں یہاں تڑپ رہی ہوں۔ لیکن میرے قریب کوئی نہیں جو میرے تڑپتے دل کو سکون دے۔ شاید دنیا اسی کا نام ہے۔

راشدہ ناز

میں شیشے میں بند رہنے والی لڑکی نہیں جو پھولوں سے زیادہ نازک ہو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اپنے عہد کی اکیلی آنکھ ہوں اور اپنی پلکوں پر تمہارے اقتدار کا ہر نئے کے خواب سجائے رکھتی ہوں، یہ تیرے اندر کے اجلے رنگ میرے چہرے پر تمہارا عکس نہیں بناتے بلکہ سورج کو میرے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں، مجھے مڑ کر دیکھنے والوں میں سے نہیں تم میری محبت کا صبر کا دہ رشتے جسے میں بہت پیچھے چھوڑ آئی ہوں۔

ہمارے نبیؐ نے فرمایا

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے قرآن میں اپنی رائے سے بات کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ جس نے قرآن میں علم کے بغیر گفتگو کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ۔ باب الاعتصام ص ۳۰)

قرآن اور آپ کا گھر

کیا آپ کے گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے؟

بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں؟

کیا بچوں کو قرآنی قصص و واقعات سنائے جاتے ہیں؟

کیا گھر میں قرآن کی آیات اور احکام پر باتیں ہوتی ہیں؟

بڑوں اور بچوں کو قرآن میں سے کیا کچھ یاد ہے؟

بڑوں اور بچوں میں سے قرآن کا مفہوم سمجھنے یا ترجمہ جاننے والا بھی کوئی ہے؟

کیا گھر میں قرآن کو سمجھنے کیلئے ترجمے یا تفسیریں وغیرہ موجود ہیں؟

کیا قرآنی آیات یا ان کے تراجم کے کتبے دیواروں پر آویزاں ہیں۔

کیا گھر کے مرد یا خواتین کسی حلقۂ درسِ قرآن میں حصہ لیتی ہیں؟

محض آپ کے غور و خوض کیلئے



گزشتہ ماہ ۵ سے ۹ مارچ تک یونیورسٹی آف ٹورانٹو میں غیر ملکی طلبہ نے STUDENTS AWARENESS WEEK منایا۔ ۸ اور ۹ مارچ کو اسی سلسلہ میں یونیورسٹی آف ٹورانٹو کے انٹرنیشنل اسٹوڈینٹ سینٹر میں INTERNATIONAL FESTIVAL منایا گیا۔ جہاں بین الاقوامی طلبہ نے اپنے اپنے ممالک کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے تہذیبی، تاریخی و ثقافتی ورثہ کی نمائش کی۔ پاکستان کے تاریخی پس منظر، ثقافتی و تہذیبی اور سیاحتی ورثہ کو رضوان ملک اور امان اللہ بنگش نے "پاکستانی اسٹوڈینٹس ایسوسی ایشن" کے زیر اہتمام پیش کیا۔ یہ ایسوسی ایشن چند ہفتے قبل ہی ان دو مذکورہ طالب علموں کی کوششوں سے ایک فعال تنظیم کی حیثیت سے اس دیار غیر میں ابھری ہے — اس کامیاب نمائش کے اختتام پر ان طلبہ نے بتایا کہ پاکستانی طلبہ کی کوئی فعال تنظیم نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملکی لوگوں میں پاکستان سے متعلق کافی شکوک و شبہات تھے لیکن اس تنظیم کے موجودہ منتظمین نے ان شبہات کو دور کرنے میں بہت حد تک کامیابی حاصل کر لی۔

اس فیسٹیول میں پاکستان کی نمائندگی کی کامیابی میں پاکستانی قونصلیٹ جنرل سردار احمد صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے بابائے قوم کی خوبصورت تصویر، قومی جھنڈا، قالین اور دیگر پاکستانی مصنوعات، تاریخی مقامات کی تصاویر اور پاکستان پر لٹریچر (جو غیر ملکی طلبہ کی دلچسپی کا خاص مرکز رہا) مہیا کیا۔ پاکستانی طلبہ اس مدد پر ان کے مشکور ہیں۔ اس کے علاوہ پی آئی اے کے احمد درانی اور پاکیزہ کے جمیع الدین نے منصوبے میں ہماری کافی مدد کی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف اپنے عزیز ملک کے اندر بھائی چارہ اور اخوت کی فضا قائم کی جائے بلکہ اپنے بھائیوں کو سماجی اور اقتصادی انصاف حاصل کرنے اور اپنی قوم کو دنیا کی امامت کا کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جائے۔

خصوصی فیچر :

کیا یہی ہمارا مستقبل ہے؟

شہناز احمد

اسے جلد ہی دکان دلوا دے گا اور اسے کوئی نہیں چاہیے



ہماری گلیوں، سڑکوں، پارکوں، بازاروں، ہوٹلوں اور ورکشاپوں میں پانچ دس روپے کی خاطر دوڑ دوڑ کر کام کرنے والے کئی طاہر عزیز، کئی راحت اور کئی انجم ہمارا وہ مستقبل ہیں اور ہماری وہ کل ہے جس کے لئے ہم پانچ سالہ، دس سالہ منصوبے بناتے ہیں اور اس منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھ کر ہم ترقی اور خوشحالی کے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اور وعدے کرتے ہیں کہ ۱۹۹۰ء میں خواندگی کا معیار

وہ پہلے چوریاں کرتا تھا۔ اب گاڑیاں دھوتا ہے

اتنے فیصد ہو جائے گا۔ ۲۰۰۰ء تک ہم ترقی کی بہت سی منزلیں طے کر چکے ہوں گے۔

مستقبل کسی قوم کے لئے بنایا جاتا ہے یا قوم کے لئے بہت سوچے جاتے ہیں۔ پیش نظر یہ امر بھی ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں کی صف میں اپنے ہوتے کیسے آگے بڑھتا ہے تاکہ ترقی کا توازن رہے اور مجموعی طور پر پوری قوم اپنے مطلوبہ مدت حاصل کر سکے۔

منصوبہ بندیاں تو اب بھی کی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ سب باتیں کرتے ہوئے معلوم نہیں یہ حقیقت بھی ہماری نظر میں رہتی ہے یا نہیں کہ ہماری موجودہ نسل کے ساتھ ساتھ آنے والی نسل کا رجحان بھی اچھا پیسہ کمانے کی طرف ہے اسے صرف ہوس زر نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ رجحان ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے بھی ہے کہ پانچ بچوں کے کلرک، چپراسی یا مزدوری کرنے والے باپ کے لئے سارے خاندان کا بوجھ اٹھانا ممکن نہیں رہا۔ اس طبقے میں ایک آدمی کی تنخواہ صرف ایک وقت کی روٹی کے لئے بھی ناکافی ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں جو اقتصادی امور کا ہے اور اقتصادی ترجیحات ہیں۔ اس میں تعلیم شاید غیر ضروری اور غیر متعلقہ چیز ہو رہی ہے اس کے لئے آبادی اور تعلیم کے تناسب پر نظر ڈالی جائے تو دونوں میں تضاد ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہمیں اپنے مستقبل کی شکل صاف دکھائی دیتی ہے۔

اس وقت پاکستان کی آبادی آٹھ کروڑ ۸۲ لاکھ کے قریب ہے جبکہ چھٹے پنجسالہ منصوبے کے اختتام تک یہ دس کروڑ ۷۶ لاکھ ہو جائے گی۔

ایک اندازے کے مطابق آئندہ ۱۵ سال تک ملک کی نصف آبادی یعنی چار کروڑ اسی لاکھ افراد ۱۵ سال سے کم عمر ہوں گے۔ تعلیم کے سلسلے میں اگر موجودہ سرکاری روش جاری رہی تو مستقبل میں صرف ایک کروڑ ۴۰ لاکھ بچے پرائمری تعلیم حاصل کر سکیں گے مجموعی طور پر تعلیمی تناسب میں اگرچہ گذشتہ برسوں کے مقابلے میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن آبادی کی اکثریت بنیادی تعلیم سے محروم ہے اس کا سبب عدم تحفظ کا احساس ہے ہمارے معاشرے میں ایک انسانی زندگی کی خواہشات اور امنگوں کا دائرہ صرف اس حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے کہ اپنے گھر والوں کا پیٹ کس طرح پالا جائے عدم تحفظ کا یہ شدید احساس برسوں کے تجربات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اب اعلیٰ نظریات اور بلند راتوں کے لئے کام کرنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں اور شہر کی اکثریت ملک کی تعمیر میں کوئی کردار ادا کرنے کی بجائے ایک ایسی بھیڑ کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے جن کی زندگی کا نہ تو کوئی مقصد ہے اور نہ کوئی منزل۔ بس صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے، عمر یونہی تمام ہوتی ہے۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ دہاڑی پر گزارہ کر رہے ہیں صرف ایک دن کی فکر ہوتی ہے اور بس یہ ایک دن کی فکر طویل المیعاد سوچوں سے بیگانہ کر رہی ہے۔ ہنرمند افراد ہر قوم کی ضرورت ہوتے ہیں بلکہ ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی معاشرے کی مجموعی منصوبہ بندی کا حصہ ہوتے ہیں۔ انہیں خودرو جھاڑیوں کی طرح سر نہیں اٹھانا چاہیے ورنہ وہ عملی زندگی میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہنرمند افراد بھی ہماری اقتصادی ضرورت اور قوت ہونے کے باوجود ملکی ترقی میں اکائی نہیں بن سکے ہیں کہ ان کی پیداوار کسی منصوبہ بندی کے مطابق نہیں ہوتی ہے اور ان کی اکثریت ناخواندگی کا شکار ہے اور انہوں نے یہ ہنر باقاعدہ تربیت گاہ سے سیکھا ہوا نہیں ہے لوگوں نے خود ہی ورکشاپوں، فیکٹریوں اور ان اداروں کا رخ کیا۔ جہاں سے وہ کچھ نہ کچھ سیکھ سکتے تھے اس طرح ورکشاپ میں گاڑیوں کے پرزے صاف کرتے کرتے مکینک اور بجلی کے تار جوڑتے جوڑتے لوگ الیکٹریشن بن گئے۔

کراچی پاکستان کا میٹروپولیٹن شہر ہے اس ایک شہر کے جائزے سے ہمارے آنے والے دنوں کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ۱۹۸۳ء کی مردم شماری کے مطابق کراچی کی شہری آبادی انسٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ آبادی سے متعلق یہ سرکاری اعداد و شمار خاصے متنازعہ ہیں کہ غیر سرکاری ذرائع کے مطابق آبادی ۷۰ لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔

آبادی کے اعداد و شمار میں بچے اور نوجوان ہی وہ قوت ہوتے ہیں جن پر مستقبل کا انحصار ہوتا ہے۔

۱۹۷۲ء میں کراچی میں ۵ سے ۹ سال کی عمر کے بچوں کی آبادی ۵،۸۰،۰۰۰ تھی ۱۹۸۳ء میں یہ ۹،۵۷،۰۰۰ ہو گئی جبکہ ۱۹۷۲ء میں ۴،۹۸،۰۰۰ بچے سکول جاتے تھے ۱۹۸۳ء میں ۸،۳۳،۰۰۰ بچے اسکول گئے۔

اسی طرح ۱۰ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچے ۱۹۷۲ء میں ۴،۲۲،۰۰۰ تھے۔ ۱۹۸۳ء میں بڑھ کر ۶،۹۹،۰۰۰ ہو گئے ان میں اسکول بالترتیب ۱،۷۰،۰۰۰ اور ۳،۸۰،۰۰۰ ہو گئے ۱۵ سے ۱۹ سال کی عمر کے بچے ۱۹۷۲ء میں ۳،۶۱،۰۰۰ اور ۱۹۸۳ء میں ۵،۴۰،۰۰۰ تھے ان میں سے تعلیم کی طرف ۱۹۷۲ء میں ۸۱،۰۰۰ اور ۱۹۸۳ء میں ۸۰،۰۰۰ گئے۔

بارہ سال گذرنے کے بعد جس حساب سے ہر عمر کے بچوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ وہ اضافہ تعلیم کے اعداد و شمار میں نہیں ہوا۔

اس کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۳ء میں ۱۰ سے ۱۴ سال کی آبادی ۶،۹۹،۰۰۰ تھی اور ۱۴ سال میٹرک کرنے والوں کی عام عمر ہوتی ہے۔ جبکہ اسی سال کل ۵۲،۹۳۹ بچوں نے میٹرک کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ درسگاہوں میں جانے والے بچوں کی بڑی تعداد میٹرک سے پہلے ہی تعلیم سے منہ موڑ لیتی ہے

میٹرک کے بعد انٹر سائنس کرنے والوں میں سے ہر ایک کا مقصد ڈاکٹر یا انجینئر بننا ہوتا ہے لیکن اس مقصد میں کامیابی کتنے فیصد ہوتی ہے۔ اس کے لئے ڈاؤ میڈیکل کالج، سندھ میڈیکل کالج، این ای ڈی اور داؤد انجینئرنگ کالج کے گذشتہ دس برسوں کے نتائج کافی ہیں۔

کراچی کے سندھ میڈیکل کالج کے حساب ڈاکٹروں کا پہلا گروپ ۱۹۷۹ء میں نکلا اس کے بعد سے ہی کامیاب ڈاکٹروں کی تعداد دوگنی ہو گئی۔

مختلف تعلیمی مراحل میں کم ہو جانے والی تعداد میں اکثریت لڑکوں کی ہوتی ہے۔ روزگار کی تلاش میں یہ لڑکے دفاتر میں کلرک، چپراسی بننے سے لے کر کارخانوں، فیکٹریوں میں مزدوری کرنے کے علاوہ بھی ہر قسم کا کام کرتے ہیں جبکہ لڑکیاں دواؤں، ریڈیو، ٹی وی کی فیکٹریوں، سلائی کے کارخانوں اور دیگر اداروں میں ملازمتیں کرتی ہیں۔ بڑی تعداد کی شادیاں ہو جاتی ہیں اور بہت تھوڑی تعداد سکولوں میں پڑھانے لگتی ہے۔

اسکول کالج جانے اور ڈاکٹر انجینئر بننے والوں کے ساتھ ساتھ ایک بڑی تعداد وہ ہے جو کسی مکتب کا منہ نہیں دیکھتے۔ نہ انہیں اسکول جانے کی خواہش ہے نہ ڈاکٹر انجینئر بننے کی وہ کام کر رہے ہیں۔ پیسہ کما رہے ہیں اور اپنے حال میں مست ہیں۔

مجموعی اعتبار سے اس وقت اکثریت کا ان ہی پر مشتمل ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی بڑی تعداد کارخانوں، دکانوں، فیکٹریوں، درزیوں کے ہاں کام کر رہی ہے جبکہ قالین سازی اور زری کے کام کی صنعت بھی ان ہی پر چل رہی ہے۔

اعظم بستی میں رہنے والا سولہ سالہ طاہر عزیز ۸ سال سے ورکشاپ میں کام کر رہا ہے۔ اس کا باپ ہولی فیملی ہسپتال میں سیکورٹی گارڈ ہے چار بہنوں دو بھائیوں والے طاہر کے ہاں کوئی اسکول نہیں جاتا۔ اس کا ایک بڑا بھائی کشن بنانے کی دکان پر کام کرتا ہے۔ اسے پڑھنا اچھا نہیں لگتا۔ نہ ہی اسکول جاتے بچے اچھے لگتے ہیں۔ ورکشاپ میں وہ پانچ روپے روز کے عوض انجن باندھنے کا کام کرتا ہے۔

جمعرات کو ملنے والے پانچ روپے وہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور جمعہ کے دن اس سے پکچر دیکھتا ہے سائیکل پر سیر کرتا ہے۔ اسے پنجابی فلمیں پسند ہیں کہ فسادی بہت ہیں۔

طاہر کو ورکشاپ کے علاوہ اور کوئی کام کرنا پسند نہیں۔

سلمان: محمود آباد میں رہتا ہے تین سال قبل اس کے باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ ماں بنگلے پر اور بڑا بھائی جوتے کے کارخانے میں کام کرتا ہے۔

اس نے ۵ جماعت کے بعد پڑھنا اس لئے چھوڑ دیا کہ پڑھنا لکھنا اچھا نہیں لگتا تھا۔

ورکشاپ میں گاڑیوں کا کام اسے بہت پسند ہے کہ اس میں پیسہ بھی ملتا ہے اور آزادی بھی ہوتی ہے۔

وہ روزانہ ملنے والے پانچ روپے میں سے دو روپے کی کمیٹی ڈالتا ہے اور وہ ماں کو دیتا ہے جمعہ کے دن وہ پکچر دیکھتا ہے۔ ایک پکچر ہاؤس میں دوسری فلمیں ہی دیکھی آگر سلمان کی خواہش ہے کہ وہ ورکشاپ کا استاد بن جائے۔

"آج" گذارنے کیلئے ہم اپنے "کل" کو قربان کر رہے ہیں!

نرسری میں فرنیچر کی دکان پر کام کرنے والا رشید گرگل مارکیٹ سے آتا ہے۔ اس کا باپ کپڑا چھاپنے کا کام کرتا ہے۔ سات بہن بھائیوں میں سے کوئی اسکول نہیں جاتا۔

چھ سو روپے ماہوار کمانے والے رشید کی خواہش ہے کہ وہ باقاعدہ فرنیچر بنانا سیکھے کہ ابھی وہ سفیدا لگانے کا کام کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے جو آزادی کام کرنے میں ہے وہ کسی کام میں نہیں۔ خیام پکچر ہاؤس کے آگے ہوٹل میں بھاگ بھاگ کر لوگوں کو چائے روٹی دینے والے ریاض کا تعلق ہزارہ سے ہے۔ اپنے "ملک" میں وہ چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ لیکن اس کا باپ کراچی لے آیا کہ ادھر کام کرنے میں بہت پیسہ ملتا ہے۔ اس کا بڑا بھائی فوج میں ہے۔

چوتھی میں اسے ۵۰۰ روپے ماہانہ ملتے ہیں کراچی آ کر اس نے نہ پڑھنے کا فیصلہ کر لیا کہ اسکول میں ماسٹر کے ڈنڈے کھانے سے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔

فیصل اور انجم: شہر کے مختلف چوراہوں پر دن میں اخبار اور رات کو پھولوں کے گجرے بیچتے ہیں۔ دونوں اس کام سے بہت مطمئن ہیں کہ خوب پیسہ ملتا ہے فیصل کی خواہش ہے کہ



فیروز شاہ!
نواب شاہ سے طوطے فروخت کرنے لایا ہے

وہ پھولوں کی دکان کھولے لیکن انجم کو اور کوئی کام پسند نہیں۔

ان ہی میں ایک بشیر کار پالش والا بھی ہے وہ ۱۹۷۹ء سے گاڑیاں دھو رہا ہے اس سے قبل چوریاں کرتا تھا۔ جیبیں کاٹتا تھا، مار دھاڑ کر کے پیسہ کماتا تھا۔

ان ہی چکروں میں ایک بار جیل بھی کاٹ چکا ہے۔ جیل سے واپسی کے بعد ہی اس نے گاڑیاں دھونی شروع کیں۔

ان سب کے ساتھ ہی مجھے اپنا ٹیلر ماسٹر جاوید بھی یاد آ رہا ہے جس نے دو ایم اے فزیکل ایجوکیشن اور لاء پڑھنے کے بعد محض اس لئے باپ کی دکان سنبھالی کہ ایک ہزار روپے کی نوکری کی بجائے ٹیلرنگ کا کام کرتے کرتے ہی وہ کویت بھی چلا گیا۔

مختلف نوعیت کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی طرف رجوع ہونے یا پیسہ کمانے کا جو رجحان گذشتہ سالوں کے دوران ہمارے ہاں پیدا ہوا ہے اس کا ایک روپ وہ لوگ ہیں جو پیسہ کمانے ملک سے باہر جاتے ہیں۔ ان میں بھی اکثریت ان ہی کی ہے۔ جن کا شمار ہنرمندوں میں ہوتا ہے لیکن وہ ہنرمند جو ورکشاپوں، فیکٹریوں اور دیگر مقامات پر کام کرتے کرتے تجربے کی بنیاد پر باہر چلے گئے ہیں۔ ان باہر جانے والوں نے بھی بچوں، جوانوں میں تعلیم سے زیادہ کام سیکھنے کے رجحان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اپنے مستقبل کے ان معاملوں کو ہم ایک محدود کینوس میں رکھ کر نہیں دیکھ سکتے۔ نہ ہم اس کو انفرادی مسئلہ یا فیصلہ کہہ کر جان چھڑا سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو سامنے رکھ کر ہم وطن عزیز کے مستقبل کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ ممالک جو ہمارے ساتھ یا چند سال پہلے، بعد آزاد ہوئے تھے جیسے کوریا، جاپان، چین وغیرہ آج وہ ہر شعبے میں ہم سے بہت آگے ہیں ان کے ہاں تعلیم اور ایسے ہی دیگر بنیادی مسائل کب کے حل ہو چکے ہیں۔ اور آج ان کی نسلیں تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

جبکہ ہمارے وطن عزیز کا یہ حال ہے کہ ۳۶ سال گذر جانے کے بعد بھی ہمارے یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے بلکہ فی الحال المیہ یہ ہے کہ ہماری نسلوں کا تمام تر رجحان اس طرف ہے کہ "آج" کس طرح گذرے اس "آج" کو گذارنے کی تگ و دو میں وہ جس طرح پیسہ کمانے اور زندگی گذارنے میں مصروف ہیں ان کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ہمارا مستقبل ہمارے حال سے مختلف نہیں ہوگا۔ مستقبل کی تصویر سے مختلف نہیں ہوگی۔

۱۰ سالہ طاہر عزیز ہر روز صبح ورکشاپ میں جاتا ہے۔ پانچ روپے کماتا ہے۔ تین روپے اپنی ماں کو دیتا ہے۔ دو روپے خود رکھتا ہے۔ آئندہ بھی کئی برس تک اسے اپنا مقدر یہی نظر آتا ہے۔

۱۱ سالہ راحت درزی کی دکان پر سلائی مشین چلا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ پڑھ لکھ کر بھی نوکری نہیں ملتی ہے۔ پڑھ لکھ کر بھی درزی کا کام کرنا ہے تو اب ہی کیوں نہ کریں۔

انجم پھول اور گجرے بیچ کر دس روپے روز کماتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ بڑے مزے سے دن گزر رہے ہیں۔ اس کی سوچ سب سے الگ ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مادہ شہد کی مکھی کو BEE کہا جاتا ہے لیکن شاید آپ کو یہ نہ معلوم ہو کہ نر شہد کی مکھی کو DRONE کہتے ہیں۔

قائداعظم پر فلم کی ۱۴ اگست کو نمائش ہوگی

قائداعظم

قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں حکومت پاکستان کے ایما پر بارہ لاکھ روپے کی لاگت سے برطانوی فلم کمپنی سیگنٹ کے زیر نگرانی تیار کی جانے والی دستاویزی فلم اسی سال یوم آزادی کے موقع پر دکھائی جائے گی۔ اس وقت فلم کا بیشتر کام مکمل ہو چکا ہے اور اسے تیار کرنے والی ٹیم پاکستان میں کچھ شوٹنگ کرنے کے بعد واپس انگلستان جا چکی ہے۔

اس فلم کے بارے میں خبریں تو بہت شائع ہوئیں مگر کوئی تفصیل منظر عام پر نہیں آئی۔ ابتداً عام تاثر یہ تھا کہ اس دستاویزی فلم کو بنانے کا ارادہ ہندوستانی رہنما موہن داس کرمچند گاندھی کی زندگی پر بنی فیچر فلم "گاندھی" کی تیاری اور ریلیز کے ردعمل میں سامنے آیا ہے مگر حکومت پاکستان کی طرف سے اس خبر کی سختی سے تردید کر دی گئی تھی۔

یوں اگر یہ فلم محض "گاندھی" کا ردعمل ہوتی تب بھی یہ کوئی معیوب بات نہ ہوتی۔ اگر ایک واقعے کے نتیجے میں کوئی مثبت فیصلہ کیا جا سکے یا ایسا فیصلہ دیکھنے میں آئے تو اس میں شرمندگی کا کوئی پہلو نہیں۔ اگر حکومت پاکستان یہ کہتی ہے کہ قائداعظم پر فلم بنانے کا خیال گاندھی کی تیاری کے بعد آیا۔ تب بھی بانی پاکستان پر فلم بنانے کا فیصلہ ایک مثبت اور ضروری فیصلہ ہی ہوتا۔

قائداعظم کی زندگی پر فلم واقعی ایک قومی فریضہ تھا مگر گذشتہ ۳۵ برسوں میں کوئی حکومت خواہ وہ سول تھی یا فوجی یہ کام نہیں کر سکی۔ کسی کو یہ خیال تک نہیں آیا کہ اس موضوع پر فلم بنائی جائے۔ گزشتہ حکومت کے دور میں یہ سننے میں آیا کہ ایسی ایک فلم بنائی جا رہی ہے۔ مگر اس کے بعد یہی پتہ چلا کہ یہ خواہش دفتری سازشوں کی نذر ہو گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کی زندگی کے بارے میں ابھی تک بس ایک کتاب ہی منظر عام پر آئی ہے جو برطانوی مصنف ہیکٹر بولیتھو کی تحریر کردہ ہے۔ اب ان کی زندگی پر فلم تیار کی جا رہی ہے یہ ذمہ داری بھی برطانیہ ہی کے ایک ادارے کو دی گئی ہے۔ کئی حلقوں کی طرف سے



یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟

پاکستان کے لئے سوال زیادہ اہم ہیں۔ اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں کی فلم انڈسٹری نے ایسی قد آور شخصیتیں پیدا نہیں کیں جن کے سپرد اس نوعیت کا قومی فریضہ کیا جا سکتا۔ جو اگر ریاض شاہد مرحوم زندہ ہوتے تو شاید کچھ لوگ یہ کہتے کہ ایسی فلم ان سے بنوائی جائے۔ مگر دستاویزی فلم ان کا میدان نہیں تھا۔

ایک اور فلم ساز جو کچھ مدت تک حکومت سے بھی وابستہ رہے اور جن کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ ایسی فلم بنانے کی اہلیت رکھتے ہیں، وہ احمد بشیر ہیں۔ گذشتہ حکومت میں وہ فلم ہی کے ایک سرکاری ادارے سے متعلق تھے جہاں انہوں نے قائداعظم پر فلم بنانے کی تجویز پیش کی تھی جس پر عمل نہ ہو سکا۔ اس وقت وہ ایک صحافی ہیں جو اپنا نقطہ نظر بے باک انداز میں تحریر کرتے ہیں۔

ہندوستان میں گاندھی کے موضوع پر فلم بنانے کا کام کئی ہدایت کاروں کے سپرد کیا جا سکتا تھا۔ سرفہرست ستیہ جیت رائے ہیں۔ اگرچہ ان کی اولین فلمیں دستاویزی نوعیت کی تھیں تو بعد میں انہوں نے "شطرنج کے کھلاڑی" بھی بنائی جو تاریخ کے ایک مرحلے کی حساس عکاسی تھی۔ یقیناً وہ گاندھی کی زندگی پر بھی فلم بنانے کی اہلیت رکھتے تھے۔

ایک اور ہدایت کار سہراب مودی تھے۔ ان کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے چند برس پہلے تک وہ ایک سرگرم ہدایت کار تھے ان کا موضوع بھی تاریخ تھا۔ ایک دور میں انہوں نے "پکار" بنائی۔ ایک اور دور میں "جھانسی کی رانی"۔ یقیناً ان میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو ایک بڑی شخصیت پر فلم بنانے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ہندوستان کی فلم انڈسٹری میں کئی نام ہیں جن کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ یہ فلم تیار کر سکتے ہیں۔ مگر ہندوستان نے اس کام کے لئے ایک برطانوی ہدایت کار سر رچرڈ ایٹن برا کا انتخاب کیا۔ فلم کے کچھ نقادوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ گاندھی کی زندگی کا مشن اور ان کا پیغام مخصوص مفادات کے مربیوں کے لئے موت کے مترادف تھا۔ چنانچہ انہی کا رسوخ اس فلم کے لئے بیرونی فلمساز کے انتخاب کا سبب بنا۔ اس فلم ساز نے گاندھی کو ایک عظیم شخصیت کے طور پر پیش کیا مگر کچھ اس طرح کہ وہ اپنے ہم عصروں سے عظیم تر فقط اس لئے نظر آئے کہ ہم عصروں کو کم تر ثابت کیا گیا۔ گاندھی کا پیغام بھی فلم میں واضح اور جاندار حیثیت سے زندہ نہیں ہوتا۔

بہرحال یہ باتیں "گاندھی" کی تھیں۔ اب قائداعظم پر فلم بن رہی ہے جو سال رواں کے ماہ چودہ اگست کو دکھائی جائے گی۔ پچاس منٹ کی اس فلم پر سب کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ بہتر طرح یہ امید ہے کہ یہ فلم قائداعظم کے لئے ایک ایسا خراج تحسین ہوگی جس پر سب پاکستانی فخر کر سکیں گے۔

بازار بازار بازار

اسکاربرو کے علاقے میں ایک نئی مسجد اور اسلامک فاؤنڈیشن کی تعمیر کے سلسلہ میں، مالی امداد کیلئے بازار کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ اس بازار کی خاصیت ملک ملک کے لذیذ کھانے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ خانۂ خدا کی تعمیر میں ہاتھ بٹائیے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ اس بازار میں تشریف لائیے اور عالمی کھانوں سے لطف اندوز ہوں۔

بمقام: STEPHE LEACOCK COLLAGIATE, 2450 BIRCHMOUNT ROAD.

بتاریخ: ۶ مئی - ۱۱ بجے تا ۵ بجے شام

مزید معلومات کیلئے فون کیجیے

SISTER SHAHEEN-U-DDIN 493-9847
SISTER SAIRA BARI 447-6131

HONOUR A SPECIAL PERSON.

میڈل کے حقدار وہ لوگ ہیں جو کمیونٹی کی بنیاد ہوتے ہیں، جو خاموشی اور بے غرضی سے ان کی مدد پر جان نثار کر دیتے ہیں جو مدد کے طلب گار ہوں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بغیر کسی انعام کے لالچ کے، رضاکارانہ طور پر اپنی عمر کا حصہ دوسروں کی زندگی کی بہتری کیلئے وقف کر دیتے ہیں۔ معذور لوگوں کیلئے ناموافق صورت حال میں بیمار اور تنہا لوگوں کیلئے۔ کچھ لوگ اپنا وقت اور صلاحیتیں دوسروں کی مدد کیلئے وقف کر دیتے ہیں، تہذیب و تمدن میں، فنون لطیفہ میں، کھیل و تفریح میں۔

اونٹاریو کے دو صد سالہ کو یادگار بنانے کیلئے ایک خاص میڈل تیار کیا گیا ہے۔ اسے اونٹاریو کے سونے اور نکل سے، اٹاوا میں تیار کیا گیا ہے جس پر اونٹاریو کا نشان اور دو صد سال کی نشانی عیاں ہے۔

اس ۲۰۰ ویں سال میں ۱۹۸۴ میڈل ان لوگوں کو دیا جائے گا جنہوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی کمیونٹی کیلئے کوئی اہم کام سرانجام دیا ہو۔ صوبے کے ہر کمیونٹی، میونسپلٹیوں، انڈین بینڈز اور لوکل سروس بورڈز سے کہا گیا ہے کہ وہ ایک تا ۱۳ غیر منتخب افراد (اس کا انحصار آبادی پر ہے) کو نامزد کریں۔ اس کے علاوہ ۲۰۰ میڈل ان شہریوں کو دیا جائے گا جن کے نام ان کے ساتھی شہریوں یا رضاکارانہ آرگنائزیشن نے منتخب کیا ہو۔

کمیونٹیوں کیلئے یہ ایک موقع ہے کہ ایک ساتھ مل کر اپنی مالا مال تہذیب و تمدن کیلئے جشن منائیں۔ دو صد سالہ میڈل کے پروگرام کے تحت ہم ایک طرف اس اہمیت کو سرفراز کرینگے جو ہم میں عام ہے اور ان خاص الخواص افراد کو شان بخشیں گے جنہوں نے ہماری زندگی کو بہتر بنایا ہے۔ ہمیں آپ کی نامزدگی ۳۰ جون ۱۹۸۴ تک مل جانی چاہیئے۔ نامزدگی کے فارم ذیل کے پتہ سے حاصل کریں۔

EXECUTIVE SECRETARY, BICENTENNIAL AWARDS COMMITTEE,
BOX 1984, QUEEN'S PARK, TORONTO, ONTARIO. M7A 1N3

Honour a Special Person.



For Service to the Community

They are the bedrock of society, quietly, selflessly devoted to those who need help. They are the people who, with no thought of compensation, voluntarily devote part of their lives to the bettering of the lives of others – the disabled, the disadvantaged, the sick and the lonely. Some contribute their time and talents to helping others achieve – in culture, arts, sports and recreation.

Bicentennial Medals

To commemorate Ontario's Bicentennial, a special medal has been struck. Made from Ontario gold and nickel and minted in Ottawa, the medal features Ontario's coat of arms and the Bicentennial symbol.

Nominate a Special Person

In this Bicentennial year, 1,984 medals will be awarded to volunteers who have made a valuable contribution to their communities. Every community across the province including municipalities, Indian Bands and local service boards will be asked to nominate anywhere from one to 13 non-elected individuals (dependent on population). Beyond this, some 200 medals will be awarded to citizens whose names have been put forward by their fellow citizens or by volunteer organizations.

Ontario's Bicentennial

It's an occasion for communities to join together and celebrate our rich diversity. The Bicentennial Medals Program is one way we can honour those special values we all hold in common, and those special individuals who've made our life together better.

We need your nomination by June 30, 1984. Nomination forms are available by writing:

Executive Secretary, Bicentennial Awards Committee, Box 1984, Queen's Park, Toronto, Ontario M7A 1N3

Ontario — William G. Davis, Premier — Margaret Birch, M.P.P., Parliamentary Assistant to the Premier

Publisher & Editor
SOHAIL AKHTAR
TEL. (416) 283-7255

The Messenger
FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH,
ONTARIO, CANADA M1B 2Z8

**You are the best community evolved for mankind.
You enjoin right, forbid wrongdoing, and believe in Allah.**

(Al 'Imran: 3,110)

April 21, 1984

PER CAPITA INCOME RISING:
132 P.C. GAIN IN EXPORTS

6.2 per cent growth rate in Pakistan

ISLAMABAD: The Finance Minister, Mr. Ghulam Ishaq Khan, said here that during the past six years the average growth rate in Pakistan had been 6.2 per cent per annum allowing a per capita income growth of over 3 per cent per annum.

The cumulative growth in per capita incomes by 24 per cent during the six years period of 1977-78 to 1982-83 was more than twice the growth in the preceding years, he added, while inaugurating the annual general meeting of the Pakistan Society of Development Economists.

FARM

The Finance Minister said that: Agricultural growth rate at 4.2 per cent per annum for this recent period represents a record for the country and can compare favourably with that of any rapidly developing economy in the world.

"In fact the cumulative growth in agriculture during the past six years has made a qualitative difference to the national agricultural scene".

Mr. Ghulam Ishaq said that the growth in the manufacturing sector (large and small) at around nine per cent per annum has cumulatively added 68 per cent to the size of the industrial sector in the economy and had been acting as the main element of structural change. The share of industrial sector (which included in addition to manufacturing activity, mining, gas, electricity and construction sub-sectors) in relation to the GDP went up to 26 per cent in 1982-83. This compared with 17 per cent as the average for low-income, developing countries other than China and India. The share of the industrial sector in the upper-middle-income countries was 35 per cent.

EXPORT

The Finance Minister said that Pakistan's export performance during this period had been a specially bright feature. Exports had increased at a trend rate of 10 per cent per annum in volume terms and of 15 per cent in dollar value over the past six years. In cumulative terms, the increase had been 132 per cent. Diversification of exports had reduced both the commodity and country concentration of exports. The share of manufactured exports in the total exports had increased to 57 per cent and the share of non-traditional exports (other than 10 major items) to 41 per cent. The rate of growth in non-traditional exports had been 20 per cent per annum for the last six years.

Mr. Ghulam Isha., pointed out that workers' remittances from abroad increased even faster than physical exports, recording an average growth of 31 per cent per annum for six years. By 1982-83, the foreign exchange earnings from workers' remittances virtually ranked equal with exports.

IMPORTS

Reflecting the impact of the second 'oil shock', he added, imports virtually doubled between 1976-77 and 1980-81. Thereafter, imports remained unchnaged at around dollar 5.5 billion on account of the impact of strong import-substitution measures in wheat, sugar, fertiliser, cement, steel, and agricultural machinery, and equally strong demand management. On a trend basis, imports increased by only 4.5 per cent per annum in volume terms over the last six years, well below the rate of growth of exports and GDP.

Good news

The Planning and Development Minister of Pakistan, who had recently been to Canada, brought back the good news that Canada was willing to increase its financial assistance "particularly in the fields of energy, including oil and gas". Pakistan is the second largest recipient of Canadian aid. The aid, it was explained by the Minister, was also available for social sectors. An interesting proposal in this connection, for example, was for setting up of three hundred libraries in various educational institutions in the country.

Social welfare complex

Purely through association of ideas, it came to our mind that a social welfare complex, mainly to serve women and children, is going to be built at Faisalabad. It would cost about Rs. 8 million.

And now a news from Dera Ghazi Khan. It was reported that the first ever "Dates Research Institute" in Pakistan is going to be set up there. Why in D.G. Khan? Because that is where the bulk (44% to be specific) of them are grown in the Punjab. The annual output of the dates in the Punjab is around 42,000 tons, the best varieties being grown in D.G. Khan.

Literature

And about Urdu language and literature, Faiz Ahmad Faiz, gave a very informative lecture at a meeting of the Asian Study Group, Lahore. Discussing the development of Urdu literature in Pakistan, he said that three distinct schools of writers had emerged. "Some who could be called subjectivists, reverted to traditional poetry, others rejected tradition *in toto* and called themselves expressionists or symbolists. A few like me took the middle course. We built on tradition a modern sensibility by committing ourselves to the cause of humanity at large".

Prestigeous function

A couple of days earlier, Faiz was in Islamabad to attend a very prestigeous function arranged in his honour. Several Federal Ministers, including Dr. Mahbubul Haq attended it. Dr. Mahbubul Haq, who has translated some of Faiz's poems into English, recited a few on the occasion. Besides listening to Faiz's poetry from the poet himself, the audience were entertained to a fare of music, naturally of Faiz's ghazals. The singer was that inimitable Mehnaz.

$ 51.5 m. IBRD LOAN FOR 6 OIL WELLS

KARACHI: The World Bank has agreed to lend $ 51.5 million as loan to the Oil and Gas Development Corporation (OGDC) for digging of six wells and the establioshment of modern seismic data processing centre in the country.

The World Bank representatives who visited Pakistan recently had shown interest in providing funds for the search and development of oil and gas in the country.

STRESS ON HIGH TECH INDUSTRY

KARACHI: Mr. Riyaz Khalid, leader of the 28-member U.K. – Pakistan Overseas Chamber of Commerce and Industry has advised the Pakistani industrialists to move for the setting up of high technology industries instead of sticking to the consumer industries.

Speaking at a dinner hosted in honour of the visiting delegation by the Chamber of Commerce and Industry, he regretted the tendency among Pakistani businessmen and industrialists of going in for industries which gave quick returns instead of thinking on long-term basis.

He assured that the U.K. POCCI would be willing to set up joint ventures in Pakistan provided suitable investment proposals were made in setting up non-traditional industries.

Mr. Riyaz Khalid suggested to his counterparts in Pakistan that one of the most important aspects of increasing exports is to improve the quality of their products so that they compete favourably in export markets.

He expressed happiness over positive measures adopted by Pakistan Government to attract foreign private capital in the country.





Christina Daimer (a journalist from California, USA) embracing Islam at the hands of Khawaja Mohammad Masoom of Mohri Sharif (interpreter is sitting in the middle).